© rasailojaraid.com

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
چیئرمین فرقانیہ اکیڈمی بنگلور۔انڈیا

اکیسویں صدی عیسوی میں عالمِ اسلام کا کردار ؟

اسلام ایک کامل اور ہمہ گیر دین ہے اور اس کی جامع تعلیمات ہر دور کیلئے راہ ہدایت اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں، جن میں کسی قسم کا نقص یا عیب نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات ہر مشکل حالات میں اہل اسلام کی رہنمائی کے لئے بہت کافی وشافی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمان دین ودنیا کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

عالم اسلام کا اتحاد وقت کی ضرورت

آج اسلام اور اسلامی دنیا کو جن بین الاقوامی خطرات اور چیلنجوں کا سامنا ہے وہ آندھی اور طوفان کی طرح عالم اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اس کو گھیرنے اور اس کا استحصال کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اس طرح آج امت اسلامیہ کو اپنی تاریخ کے سب سے بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لہذا اس نئے چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے عالم اسلام کو متحد ہونے کی جتنی شدید ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ کسی بھی قوم اور کسی بھی امت کو مضبوط بننے کیلئے معاشی، فوجی اور سیاسی میدانوں میں ترقی کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ ''طاقتور'' قوموں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان میدانوں میں کمزوری ہی کی وجہ سے طاقتور قومیں اسے دبانے اور تنگ کرنے لگتی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس میں دورائیں نہیں ہیں۔ اس اعتبار سے آج عالم اسلام کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ ان تینوں میدانوں میں دیگر قوموں سے بہت دور ہے۔ اسی لئے ترقی یافتہ قوموں کو آج عالم اسلام میں در آنے اور کھل کر کھیلنے کا موقع مل رہا ہے اگر پوری ملت متحد اور سارا عالم اسلام ایک ہو جائے تو ترقی یافتہ یا مغربی ممالک کی سازشیں اور انکے ناپاک عزائم ومنصوبے خاک میں مل جائینگے۔ کیونکہ آج عالم اسلام قدرتی وسائل، زرخیز زمین اور عددی قوت سے مالا مال ہے اور اسکے پاس ایک حد تک تکنیکی معلومات بھی موجود ہیں اور مال ودولت کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ لہذا اگر یہ تمام ممالک معاشی وسیاسی سطح پر ایک ''بلاک'' بن کر کام کریں تو اس سے حیرت انگیز نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔ اور وہ ایک نئی قوت بن کر ابھر سکتے ہیں جو سیاسی میدان میں اپنا ایک خاص وزن رکھنے والا بن جائے گا اور پھر اسکے بعد مسلم ملکوں میں دراندازی کرنا کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیلئے آسان نہ رہے گا۔

راہ کی مشکلات

لیکن آج عالم اسلام کو متحد کرنا ایک نہایت درجہ مشکل اور محنت طلب کام ہے، جسے بروئے کار لانا موجودہ حالات میں جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ آج پوری اسلامی دنیا متعدد گروہوں اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان میں قومیتوں اور زبانوں کا اختلاف بھی ہے اور تہذیب و ثقافت اور طرز حکومت کا اختلاف بھی۔ اور پھر ہر ایک کی امنگیں اور خواہشات و میلانات بھی الگ الگ ہیں۔ لیکن اس وقت عالم اسلام پر جو خطرہ منڈلا رہا ہے اسکے پیش نظر ان ممالک کو جتنی جلد ہو سکے اپنے اختلافات کو نظر انداز کر کے باہمی تعاون کی غرض سے کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ضرور کر لینا چاہیے۔ اگرچہ مغربی قومیں مسلم ممالک کو متحد ہونے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش ضرور کریں گی، مگر انہیں اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کی غرض سے متحد ہوئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج عالم اسلام میں اتحاد و اتفاق قائم کرنا موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور یہ اصلاح پسندوں کیلئے ایک بہت بڑا چیلنج بھی ہے، مگر یہ کام ناممکن یا محال نہیں ہے بلکہ اس دشوار مسئلے کو حل کرنے کیلئے مسلسل اور انتھک محنت کرنے کی ضرورت ہے اور اس کام کو مکمل کرنے کی غرض سے چند ذہین اور مستقل مزاج لوگوں کو پورے اخلاص اور فکر مندی کیساتھ اس مہم میں اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہیے، ورنہ گوہر مقصود ہاتھ نہیں آسکتا۔

اسی طرح آج مسلم ممالک کو ذرائع ابلاغ یا میڈیا پر بھی زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آج مغربی پروپیگنڈہ میڈیا ہی کے بل بوتے پر چلایا جارہا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں میڈیا پروپیگنڈے کا ایک بہت بڑا ہتھیار بن گیا ہے۔

عالم اسلام کا اتحاد کس لئے؟

آج روئے زمین پر پچاس سے زیادہ مسلم ممالک پائے جاتے ہیں، جو قدرتی وسائل اور زرعی پیداوار سے مالا مال ہیں۔ لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیچھے ہو جانے کے باعث وہ ان سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس قدرتی دولت کو مغربی ممالک محض اپنی تکنیکی معلومات کے بل بوتے پر جی بھر کر لوٹ رہے ہیں، گویا کہ وہ انکی آبائی میراث ہو۔ اور اس مقصد کیلئے وہ مسلم ممالک میں تفرقہ ڈال کر انہیں باہم لڑانے کا کھیل بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آج خلیجی ممالک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

اور اس سلسلے میں مغرب کا ایک کھیل یہ بھی ہے کہ وہ ہماری خام پیداوار دونوں ہاتھوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بٹورنے کے باوجود ہمیں "پیسہ" دینے کے بجائے صرف "ہتھیار" دیتا ہے، تاکہ ہم آپس ہی میں لڑتے رہیں۔ اگر پیسہ دیتا بھی ہے تو اسے اپنے ہی (مغربی) بنکوں میں جمع کرالیتا ہے، تاکہ ہم اس پیسے کا صحیح طور پر استعمال بھی نہ کرسکیں۔ اس طرح اس کی پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے۔ یہ وہ استعماری چالیں ہیں جن کی وجہ سے آج عالم اسلام بلبلا رہا ہے۔ لہذا آج عالم اسلام کو مغرب کے اس طلسمی جال سے باہر نکلنے اور اپنے آپ کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے ایک منصوبہ بند عمل ناگزیر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد عظیم عالم اسلام کے اتحاد کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ لہذا آج اسلامی ملکوں کو اپنے تمام اختلافات بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا اشد ضروری ہے ورنہ آنے والا وقت ہمیں کبھی معاف نہیں کرسکتا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ آج مغرب سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر اپنی برتری جتانا اور کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے۔ لہذا مغرب کے اس جال سے باہر نکلنے کیلئے ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں برتری حاصل کرنا موجودہ حالات میں "فرض عین" قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے۔ مگر اس مقصد کیلئے ہمیں مغرب سے ہتھیار خریدنے کے بجائے فنی اور تکنیکی جانکاری (مہارت) حاصل کرکے ہر قسم کے ہتھیار خود تیار کرنا ہوں گے تاکہ رفتہ رفتہ مغرب پر ہمارا انحصار کم سے کم ہوسکے اور ہم اپنی ضروریات میں خود کفیل بن جائیں۔ اور اس اعتبار سے مغرب کی تجارت پر بھی ایک کاری ضرب لگے گی۔ چنانچہ مغربی قومیں محض اپنی تاجرانہ ذہنیت کے تحت مشرق کو ایک منڈی تصور کرتے ہوئے ایک طرف دھڑا دھڑ جنگی ہتھیار اور سازوسامان تیار کرکے اپنی جیبیں بھر رہی ہیں تو دوسری طرف مختلف قوموں کو باہم لڑا کر تماشا بھی دیکھ رہی ہیں ظاہر ہے کہ یہ ایک عیارانہ اور مکارانہ سیاست ہے جس کی وجہ سے آج سارا عالم آتش کدہ بنا ہوا ہے اور اس مقصد کیلئے یہ قومیں مصنوعی جنگ پیدا کرکے اپنے ہتھیار فروخت کرتی ہیں۔ تاکہ انکی عیاشی میں کوئی فرق نہ آئے۔ اس اعتبار سے آج عالم اسلام کے اتحاد کی جتنی شدید ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اگر ان سنگین حالات کے باوجود بھی مسلم ممالک متحد نہ ہوئے تو پھر ملت اسلامیہ کا خدا ہی حافظ ہوگا۔ موجودہ حالات میں عالم اسلام کا مکمل اتحاد تو ممکن نہیں ہے، ہاں البتہ ابتداء میں ایک مشترکہ حکمت عملی (اسٹراٹیجی) کا تحت مسلم ممالک کا صرف معاشی وسیاسی بلاک ضرور وجود میں آسکتا ہے اور اس حکمت عملی کی رو سے ایک طرف آپس میں باہمی اقتصادی و معاشی تعاون کیا جائے اور اسکے نتیجے میں ضرورت کی ساری چیزیں خود تیار کی جائیں۔ تو دوسری طرف ان تمام ممالک کی ایک مشترکہ خارجہ پالیسی وضع کرکے اس پر سختی کیساتھ عمل کیا جائے اور اس سلسلے میں مغربی ممالک کی دھمکیوں پر مطلق توجہ نہ دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے۔ کیونکہ وہ ہر ممکن کوشش کریں گی۔ کہ اس قسم کا بلاک وجود میں نہ آسکے۔

معاشی ترقی کی اہمیت

کسی بھی ملک کا استحکام معاشی اور فوجی میدانوں میں ترقی کے باعث ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ اور ان دو میدانوں میں ترقی کے بعد ہی اسے سیاسی میدان میں بھی برتری حاصل ہو سکتی ہے۔ لہذا کوئی بھی ملک معاشی، فوجی اور سیاسی حیثیت سے مضبوط و مستحکم بنے بغیر "ترقی یافتہ" نہیں کہلا سکتا۔ اس اعتبار سے کسی بھی ملک کو "ترقی" کی منازل طے کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنی معاشی و اقتصادی حالت سدھارنے اور اس میں خود کفیل بننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ خود کفیلی کا یہ مطلب ہے کہ اپنی ضروریات کی ساری چیزیں خود تیار کی جائیں اور اس مقصد کیلئے مختلف صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔

معاشیات کی اس اہمیت کی بنا پر آج دنیا کی تمام قوموں کے درمیان اس میدان میں سخت مقابلہ چل رہا ہے اور ہر قوم دوسری قوموں پر سبقت لے جانے میں کوشاں نظر آرہی ہے کیونکہ معاشی و اقتصادی قوت ہی وہ چابی ہے جو اسے دیگر میدانوں میں آگے بڑھا سکتی ہے۔ اس لحاظ سے آج جو قوم اس میدان میں پیچھے رہ جائے وہ فوجی و سیاسی میدان میں بھی پس ماندہ بن کر رہ جائے گی اور اسے دوسروں کے سہارے جینا اور اپنی آزادی کو غیروں کے پاس رہن رکھنا پڑے گا۔ یعنی اسے ترقی یافتہ قوموں کی من مانی شرائط تسلیم کرنی پڑیں گی۔ چنانچہ آج اس کی تازہ مثال خود روس ہے جو کچھ عرصہ پہلے ایک سپر پاور اور امریکہ کا سب سے بڑا حریف تھا۔ مگر آج اس کا معاشی نظام تباہ ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکی فوجی برتری بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ حالانکہ اس کی فوجی طاقت اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی۔

آج معاشیات و اقتصادیات کا رشتہ تعلیم، سائنس اور صنعت و حرفت سے بھی بہت گہرا ہے۔ کیونکہ تعلیم اور خاص کر سائنسی علوم میں برتری حاصل کئے بغیر اس میدان میں پیش رفت کرنا ممکن نہیں۔ آج صنعتی علوم کا دور دورہ ہے جن میں مہارت حاصل کرنے کی بعد ہی صنعت و حرفت یا ٹیکنالوجی کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ اور کارخانوں کا قیام عمل میں آسکتا ہے۔ چنانچہ آج مختلف اقسام کا ساز و سامان تیار کرنے والے کارخانوں کے قیام سے نہ صرف ملکی ضرویات پوری ہوتی ہیں بلکہ ان سے بے روزگاری کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ اور قومی تجارت کو فروغ بھی حاصل ہوتا ہے۔ جسکے نتیجے میں خوش حالی آتی ہے اس اعتبار سے موجودہ دور میں کارخانوں کی بڑی اہمیت ہو گئی ہے جو کسی ملک کی ترقی کی علامت سمجھے جاتے ہیں اور جو ملک اس میدان میں جسقدر آگے ہو گا وہ اسی قدر "ترقی یافتہ" کہلائے گا۔ غرض آج بڑی یا ترقی یافتہ طاقتیں جو معاشی حیثیت سے مضبوط ہیں وہ نہ صرف غیر ترقی یافتہ قوموں کا خون چوس رہی ہیں بلکہ انہیں بے موت مرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔ کیونکہ ان طاقتوں نے آج غیر ترقی یافتہ ممالک کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتصادیات کے جال میں اس بری طرح پھانس رکھا ہے کہ اس سے باہر نکلنے کی کوئی سبیل ہی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ کیونکہ وہ کسی کو معاشی امداد یا قرضہ بھی صرف اپنی ہی شرائط پر دیتی ہیں۔ اس طرح آج تیسری دنیا بھاری قرضوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی کراہ رہی ہے اور ان قرضہ جات کا سود تک ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ صرف سود ادا کرنے کے لئے یا تو نئے قرضے لینے پڑتے ہیں یا پھر نئے نئے ٹیکس عائد کرکے عوام کی کمر توڑ دیجاتی ہے۔ چنانچہ ہر سال ان ٹیکسوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مہنگائی بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ اس میدان میں کئی ممالک دیوالیہ ہو چکے ہیں۔

عالم اسلام کا دوبارہ عروج

آج عالم اسلام میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اس میدان میں خود کفیل ہو۔ لیکن اگر تمام مسلم ممالک متحد ہو کر اس میدان میں جدوجہد کریں تو اپنی ضروریات میں بہت بڑی حد تک خود کفیل بن سکتے ہیں اور اسکے نتیجے میں "کامن ویلتھ مارکیٹ" کی طرز پر مسلم ممالک کی ایک "مشترکہ تجارتی منڈی" بھی وجود میں آسکتی ہے۔ اس اقدام کے ذریعہ عالم اسلام کے عروج کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔ اور تعلیمی و اقتصادی میدان میں ایک انقلاب آسکتا ہے، تجارت کو فروغ اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ نیز سب سے بڑھ کر یہ کہ اس اقدام کے ذریعہ تمام مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم ہونے کے علاوہ خود دین اسلام کو دوبارہ عروج حاصل ہو سکتا ہے۔ آج مسلمانوں کے پاس سب کچھ موجود ہے ،لہٰذا اگر وہ چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ایک نئی طاقت بن کر ابھر سکتے ہیں۔ ان تمام اعتبارات سے آج عالم اسلام کو اس میدان میں "جہادی" پیمانے پر اور "جہادی اسپرٹ" کیساتھ کام کرنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ مقصد عظیم حاصل نہیں ہو سکتا۔

نوجوان ملت کا اصل سرمایہ

ان مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے ہمارے نوجوانوں کو اس میدان میں آگے بڑھنا ضروری ہے کیونکہ کسی بھی قوم یا ملت میں نوجوانوں کی عددی قوت ہی اصل طاقت ہوتی ہے جو جوش و جذبے سے کام کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ اپنی قدر و قیمت پہچان لیں۔ لہٰذا ہر قوم میں نوجوانوں کو ایک بامقصد تحریک کیلئے منظم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اور اس مقصد کیلئے انہیں سب سے پہلے مغربی فلسفوں کے جال سے باہر نکال کر انکے سامنے اسلامی نظام حیات کی خوبیاں پیش کرنے اور انہیں ایک برتر کاز کے لئے تیار کرنا ضروری ہے۔ اور اس کام کیلئے چند مخلص لوگوں کو اس راہ میں جٹ جانا چاہیے۔ نوجوانوں کی ذہن سازی کا کام ہمارے تمام ملی کاموں میں سب سے مقدم ہے اور آج اسے "عبادات ضروریہ" کے بعد اولین مقام دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاسکتا ہے۔ یعنی اسے ایک "فرض عین" کی طرح اپنانے کی ضرورت ہے، تب کہیں جاکر گوہر مراد حاصل ہو سکتا ہے۔ لہذا اسے ایک معمولی کام یا بے کاری کا مشغلہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ آج قوموں کے عروج وزوال میں اسکی بڑی اہمیت ہو گئی ہے زندہ قوموں کو اپنی زندگی کا ثبوت دینے کیلئے ہر قسم کے جتن کرنا اور ہر قسم کی قربانیاں دینے کیلئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ ورنہ خلافت ارض کے دوبارہ حصول کا ہم محض خواب ہی دیکھتے رہ جائینگے۔

اجتماعیت کا شعور ضروری

آج مسلمانوں میں اجتماعیت کا شعور بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اگر مسلمان تعلیمی اور معاشی میدان میں لاکھ ترقی کرلیں لیکن ان میں اگر اجتماعیت نہ ہو تو وہ ہرگز کار خلافت کے لائق نہ رہیں گے۔ کیونکہ خلافت کا حصول ایک اجتماعی اور منظم عمل کا داعی ہے۔ لہذا اس کیلئے اجتماعی زندگی لازمی ہے۔ انفرادی زندگی ایک بے مقصد زندگی ہے جو بغیر چرواہے کے ایک ریوڑ جیسی ہے اس اعتبار سے آج مسلمان بھیڑ بکریوں کے ایک پراگندہ ریوڑ کی طرح ہیں جن کا کوئی نگران نہ ہو۔ آج روئے زمین پر مسلمان عددی اعتبار سے ایک ارب سے زیادہ ہیں۔ مگر ان میں اجتماعیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہر جگہ پٹ رہے ہیں۔ اور دنیا کی قومیں انہیں ہر جگہ روندر ہی ہیں۔ لیکن اگر ان میں اجتماعیت کا شعور بیدار ہو جائے اور وہ متحد ہو جائیں تو پھر وہ بڑی طاقتوں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔

لہذا قائدین اسلام اور خاص کر علمائے کرام کا فرض بنتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں اجتماعی شعور کے جذبات بیدار کر کے انہیں خلافت کے میدان میں آگے بڑھائیں تاکہ یہ ملت پھر سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔

اسلام اور اصلاح عالم

خلاصہ بحث یہ کہ آج عالم انسانی اور خاص کر اسلامی دنیا کو جن خطرات اور نئے نئے چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں امریکہ کا "نیا عالمی نظام" (نیو ورلڈ آرڈر) اور "جہانگیری" (گلوبل ازم) جیسے سنگین چیلنج سر فہرست ہیں۔ آج امریکہ اور اسکے حلیف ان نظاموں کے ذریعہ تیسری دنیا یا غیر ترقی یافتہ ممالک کو گھیرنے اور ان پر اپنی مادہ پرستانہ تہذیب مسلط کر کے ان کو ان کے دین وایمان سے برگشتہ کرنے کے درپے نظر آرہے ہیں۔ لہذا اگر اسلام پسند یہ چاہتے ہیں کہ عالم انسانی کو مادیت کے اس نئے فتنے سے بچایا جائے اور سامراج کے اس نئے حربے کو ناکارہ کر دیا جائے تو پھر انہیں اس نئے طوفان کے خلاف سینہ سپر ہو جانا چاہیے۔ اور تن من دھن کی بازی لگا کر محاذ سنبھال لینا چاہیے۔ ورنہ یہ طوفان باقیات انسانی کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائیگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ نازک حالات میں اصلاح عالم کا فریضہ نہایت درجہ اہم ہے، جسے صرف امت مسلمہ ہی انجام دے سکتی ہے بشر طیکہ وہ اپنے آپ کو پہچان لے اور پھر کچھ کر دکھانے کیلئے آمادہ عمل ہو جائے۔ اسکے نتیجے میں موجودہ ظلم وعدوان، لوٹ کھسوٹ اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات مل سکتی ہے اور دنیا کو اسلام کے نظام عدل ور حمت کا نظارہ پھر سے ہو سکتا ہے۔ اسی لئے امت اسلامیہ کو "خیر امت" کا لقب دیا گیا ہے۔

واضح رہے اسلام اپنی فطرت اور ساخت کے لحاظ سے ایک ایسا دین ہے جو کسی بے خدائی یا باغیانہ تحریک کو سر اٹھاتے دیکھ کر ایک تماشائی کی حیثیت سے خاموش نہیں رہ سکتا، جو روحانی اقدار کو مٹانے کے درپے ہو۔ کیونکہ اسلام ہر باطل تحریک کو کچلنے کے لیے آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"کہہ دو کہ (دین) حق آگیا اور (نظام) باطل مٹ گیا، کیونکہ باطل کو تو مٹنا ہی ہے" (بنی اسرائیل :۸۱) "اگر دین حق باطل پرستوں کی خواہشات کا پابند ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے سب کا نظام بگڑ کر رہ جائے گا" (مومنون :۷۱)

گلوبلزم :عالم انسانی کے لئے ایک نیا خطرہ

آج امریکہ جہاں ایک طرف نیو ورلڈ آرڈر یعنی نئے عالمی نظام کے ذریعہ غیر ترقی یافتہ ممالک کو گھیرنے اور ان پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کر رہا ہے تو دوسری طرف وہ "گلوبلزم" یا "جہانگیری" کے نام پر پوری دنیا کو ایک "آزاد منڈی" یا "اوپن مارکیٹ" قرار دینے کی جدوجہد بھی کر رہا ہے اور اس تحریک کے دو مقاصد ہیں :

پہلا مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا میں مغربی مصنوعات بغیر کسی کسٹم یا ٹیکس کے آزادانہ طور پر پہنچتی رہیں اور اس کے لئے دلیل یہ دی جارہی ہے کہ آج پوری دنیا سکڑ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرح ہو گئی ہے لہذا لوگوں کی ضروریات کی اشیاء کا ہر جگہ بلا روک ٹوک پہنچنا ضروری ہے اس اعتبار سے امریکہ اور مغربی ممالک چاہتے ہیں کہ ایک طرف غیر ترقی یافتہ ممالک کی منڈیاں مغربی مصنوعات کے لئے چوپٹ کھل جائیں تو دوسری طرف ان ممالک کی صنعتیں بھی تباہ ہو کر رہ جائیں۔ کیونکہ کوالٹی کے اعتبار سے ہر شخص مغربی مصنوعات کو دیسی مصنوحات پر ترجیح دے گا تو دیسی صنعتیں خود بخود تباہ ہو جائیں گی اور انہیں ختم کرنے کا الزام ترقی یافتہ ممالک پر عائد نہ ہو گا۔

ایک تہذیبی یلغار

اس تحریک کا دوسرا مقصد' جو ابھی پوری طرح واضح نہیں ہے مگر وہ پہلے مرحلے (آزاد مارکیٹ کے قیام) کا لازمہ نظر آتا ہے' یہ ہے کہ دوسرے مرحلے میں غیر ترقی یافتہ ممالک پر ایک ثقافتی حملہ کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقامی تہذیبوں کو پوری طرح ختم کر دیا جائے۔ تاکہ مغربی تہذیب واحد اور برتر تہذیب بن کر ابھرے اور پوری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگی جائے۔ ہر جگہ یکسانیت ہو اور من و تو کا فرق باقی نہ رہے۔ چنانچہ برٹانیکا ملٹی میڈیا ہیڈ کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے سیاق میں جس "تہذیبی تصادم" (Clash of Civilization) کی پیشگوئی کی گئی ہے وہ اسی آنے والی تہذیبی جنگ کی طرف اشارہ ہے اور یہ ہولناک جنگ سارے عالم کیلئے فتنہ انگیزی کا باعث ہو گی۔

اس اعتبار سے "گلوبلزم" یا "مغربی جہانگیری" کی کامیابی کا لازمی نتیجہ جو سامنے آئے گا وہ یہ ہو گا کہ دنیا کے تمام انسان' خواہ ان کا مذہب کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ "ذہنی" اعتبار سے ملحد یا مادہ پرست بن جائیں گے اور مذہب سے ان کا تعلق برائے نام رہ جائے گا اور وہ دین و اخلاق کو ایک قصہ پارینہ تصور کرتے ہوئے اپنا قبلہ و کعبہ مغربی ممالک اور خاص کر امریکہ کو قرار دینے لگیں گے اس طرح یہ ثقافتی حملہ امریکہ کے اقتصادی اور سیاسی حملے کا لازمی نتیجہ ہو گا۔ ظاہر ہے کہ یہ مغربی استعمار کی ایک نئی شکل ہے جو شاید اس کا آخری حربہ و حملہ ہو گا۔

موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبردست ترقی کی بدولت مواصلاتی نظام میں ایک حیرت انگیز انقلاب آگیا ہے اور پوری دنیا سکڑ کر ایک گاؤں کی طرح بن گئی ہے اور دنیا کی تمام قومیں نئے آلات و اوزار اور نئی نئی مشینوں کے استعمال پر خود کو مجبور پا رہی ہیں جن سے کٹ کر کوئی بھی قوم ایک قدم بھی نہیں چل سکتی ورنہ وہ باقی دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے گی آج زندگی کا ایسا کوئی بھی شعبہ باقی نہیں رہ گیا ہے جس میں جدید تمدنی آلات و وسائل کا دخل نہ ہو اس اعتبار سے آج پوری دنیا میں یکسانیت پیدا ہو گئی ہے چنانچہ ہمارے گھر' دفتر' سکول' کالج' ہسپتال اور مارکیٹ وغیرہ سب کے سب ان نئے آلات اور مشینوں سے بھرے ہوئے ہیں جن کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ آج کون سی قوم ہے جو ریل' موٹر کار' ہوائی جہاز' ٹیلیفون' فیکس' کمپیوٹر اور دیگر نئے نئے ذرائع سے چھوت چھات برت سکتی ہو؟ پچھلے ادوار میں جو کام مہینوں اور برسوں میں ہوتے تھے وہ آج برق و بھاپ اور جوہری توانائی کی تسخیر کی بدولت منٹوں اور سیکنڈوں میں ہونے لگے ہیں۔ لہذا ان مفید وسائل سے کنارہ کشی کسی قوم کو عہد قدیم میں پہنچا دے گی۔

لیکن یہ اور اس قسم کے تمام جدید آلات وسائل محض ترقی' تمدن کی علامت ہیں جو مختلف قوموں کی باہمی اور مسلسل کاوشوں کا نتیجہ ہیں اور اس میں خود اسلامی دور کا بھی خصوصی حصہ ہے لہذا اسے کسی مخصوص قوم کی میراث نہیں کہا جاسکتا اور اس اعتبار سے جدید آلات و تمدنی اشیاء کو مغرب کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میراث یا اس کی ملکیت قرار دینا اصولاً ایک خلاف واقعہ بات ہے۔ غرض تمدن جدید اور اس کے مظاہر تمام قوموں کا مشترکہ سرمایہ ہیں جن کو بنیاد بنا کر اپنا مخصوص مادی کلچر و بے خدا ثقافت کو دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتے۔

مگر آج چونکہ ہر قوم کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ مغرب کی اس بظاہر برتری اور اس کی "چمکیلی" تہذیب کا پرستار ہے اس لئے وہ مغربی تہذیب اور اس کا کلچر بڑے فخر کے ساتھ اختیار کرتے ہوئے اپنی مذہبی یا ملکی تہذیب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اس لئے مغربی قومیں بہت زیادہ پرامید ہیں کہ وہ اپنی اس کھوکھلی بلکہ "دجالی" تہذیب کا جال ساری دنیا میں پھیلا کر ہر ایک کو اس کے دین وایمان سے برگشتہ کر کے ہی دم لیں گی۔ اسی لئے وہ آج گلوبلزم کا نعرہ بلند کر کے پوری نوع انسانی کو مغربی رنگ میں رنگ دینا چاہتی ہیں۔

موجودہ بحران کا حل

لہذا ترقی پذیر ممالک اور خاص کر عالم اسلام کو صرف مغرب کی سائنس اور ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے اسکے مخصوص تہذیب و کلچر کو جو مادہ پرستانہ ہے 'مسترد کر دینا چاہیے' کیونکہ سائنس اور ٹیکنالوجی وہ تجرباتی علوم ہیں جو تمام قوموں کا مشترکہ سرمایہ ہیں جن سے اجتناب نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جدید سائنس کی بنیاد ڈالنے اور اسے ترقی دینے والے خود مسلمان تھے جن کو قرآن عظیم نے اپنے دینی و شرعی مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے اس میدان میں اتارا تھا۔ قرون وسطیٰ میں اگر مسلمان فوجی وسیاسی میدان میں شکست نہ کھاتے تو وہ آج اس میدان کے شہسوار ہوتے مگر فوجی وسیاسی پسپائی کے باعث وہ اپنی سائنسی برتری قائم رکھ نہ سکے۔ بلکہ ۱۴۹۲ء میں زوال اسپین زوال امت کی آخری کڑی بن گیا۔

لہذا آج عالم اسلام کو مغرب کے طلسمی جال سے باہر نکلنے کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں پھر سے کودنے اور اس میں آگے بڑھنے کی ضرورت ہے موجودہ حالات میں یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ہے اگر امت مسلمہ عزم مصمم کر لے تو پھر سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ارادہ اور عزم ہی وہ اصل قوت ہے جو کسی قوم کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

مغربی کلچر لذتیت پر مبنی ہے:

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مغربی اقوام جس "جہانگیری" یا "گلوبلزم" کا نعرہ بلند کر رہی ہیں اور اس کے نتیجے میں جو مادہ پرستانہ یا بے خدا تہذیب اقوام عالم پر لادنا چاہتی ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے تو اس تہذیب کا مرکز ومحور صرف "جسم انسانی" ہے اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب کے عناصر خود غرضی' عیاشی' عریانی اور لذت پرستی ہیں۔ جسم انسانی کو سجانا سنوارنا اور جنس مخالف سے تمتع حاصل کرنا بلکہ اس کا ہر ممکن طریقے سے جنسی استحصال کرنا اس تہذیب کی معراج ہے اور اس کلچر کے مراکز سوپر مارکیٹ' نائٹ کلب' فائیو اسٹار ہوٹل' رقص و سرور کی محفلیں' بار یا شراب خانے اور سیاحتی مراکز ہیں جہاں پر ان کی زندگی دھڑکتی اور جذبات مچلتے ہیں۔ اس کلچر میں شراب' کباب اور "شباب" کے بغیر چین نہیں آتا۔ اور اس ماحول میں وہ اس قدر غرق ہو جاتے ہیں کہ روحانیت بالکل مردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس اعتبار سے مغرب لذت پرستی یا موج و مستی کا عاشق اور شراب و کباب اور عورت کا رسیا ہے اور یہ چیزیں مادہ پرستی کا لازمہ ہیں جو اس کے خمیر میں داخل ہو چکی ہیں کیونکہ "بے خدا" لوگوں کو اپنے غم غلط کرنے کا یہی ایک واحد ذریعہ نظر آتا ہے۔ لہذا وہ عیاشیوں اور خرمسیتوں اور خرمستیوں کے نئے نئے طریقوں کی کھوج میں رہتے ہیں۔ اس تہذیب کے علمبردار عورت کو ایک کٹھ پتلی کی طرح انگلیوں پر نچا رہے ہیں۔ مغربی عورت پہلے نیم عریاں لباس میں رہتی تھی مگر آج وہ لباس سے آزاد اور بے نیاز ہوتی جا رہی ہے کیونکہ تہذیب جدید کے علمبردار آج یہی چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ان کے اشاروں پر سر جھکاتی جا رہی ہے کیونکہ یہ حصول دولت کا ایک آسان ذریعہ ہے اہل مغرب کے نزدیک ہر وہ چیز حلال ہے جسے آسمانی مذاہب نے حرام قرار دیا ہے جیسے زناکاری' شراب نوشی اور سور کا گوشت وغیرہ۔ بلکہ اب انہوں نے "محرمات" تک کو حلال کر لیا ہے' جو بے شرمی اور بے حیائی کی انتہا ہے اور یہ سب "اباحت پسندی" یا آزادانہ جنسی تعلقات کا نتیجہ ہے۔ شادی بیاہ ان کی نظروں میں ایک کھیل تماشہ بن کر رہ گیا ہے جسے کسی قسم کا تقدس حاصل نہیں ہے۔ بلکہ شادی بیاہ کے بندھنوں کو جب چاہا ایک کچے دھاگے کی طرح توڑ دیا جاتا ہے' ایک مرد کئی کئی عورتوں کے ساتھ بیک وقت تعلقات قائم کرتا ہے اور یہی حال عورتوں کا بھی ہے اور اس کا مقصد محض حصول لذت اور اس میں "تنوع" پیدا کرنا اور حصول لذت کے نئے نئے طریقے ڈھونڈنا ہے کیونکہ ان کی نظر میں یہی دنیا "جنت" ہے اور آخرت کی جنت کا کوئی وجود نہیں ہے' جسے وہ اہل مذہب کی گھڑی ہوئی ایک کہانی یا مذہب کی "افیم" قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آج ٹی وی اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ اس شیطانی کلچر کے خدوخال کو نمایاں سے نمایاں کر کے حیوانی جذبات کو خوب ابھارا جا رہا ہے اور اسے پوری دنیا میں رائج کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے تاکہ تمام انسان حیوانیت کی سطح پر آ جائیں اور دین و شریعت یا اخلاقی اقدار و کردار کا خاتمہ ہو جائے۔

دجال کی جنت اور دوزخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الغرض مغربی تہذیب جنسی آزادی اور انار کی کی داعی ہے جس میں عصمت و عفت اور پاک دامنی یا روحانیت کے ارتقاء کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے وہ دین وایمان اور اخلاق و کردار کو ایک ڈھکوسلہ یا دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہوئے محض موج و مستی کو ترجیح دیتی ہے۔ اور یہی ہے وہ "دجالی" تہذیب یا شیطانی کلچر جسے آج مغرب مشرقی قوموں پر مسلط کرنا اور عالم انسانی کو حیوانیت کی آخری سرحدوں تک لے جانا چاہتا ہے چونکہ موجودہ گئے گزرے دور میں بھی مشرقی قوموں اور خاص کر مسلم ممالک میں اخلاقی اقدار بہت بڑی حد تک محفوظ ہیں اسلئے مغرب چاہتا ہے کہ مشرقی ممالک میں بھی اخلاقی بگاڑ پیدا کر کے "حساب" برابر کر دیا جائے اس دجالی تہذیب کا سب سے بڑا مرکز آج امریکہ ہے جو نوع انسانی کو طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا کرنے کے در پے ہے۔ چنانچہ اسکے ایک ہاتھ میں "جنت" ہے تو دوسرے ہاتھ میں "دوزخ" اور وہ اپنے "فرمانبرداروں" کو جنت میں داخل کرتا ہے تو "نافرمانوں" کو دوزخ کی ہوا کھلاتا ہے۔ یعنی انہیں بے موت مرواتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اسکی جنت حقیقتاً دوزخ اور اس کی دوزخ حقیقتاً جنت ہے۔

اس اعتبار سے احادیث میں دجال کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں ان میں سے اکثر آج اس شیطانی ملک پر صادق آتی ہیں۔ لہذا راقم السطور کی نظر میں دجال غالباً کوئی شخصی وجود نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی "مغربی تہذیب" ہی ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

تاریخ کا ایک سبق :

حاصل یہ کہ تاریخ عالم نے موجودہ دور تک اس قسم کی متعدد "عالمگیر" تحریکوں کا نظارہ کیا ہے جیسا کہ رومی 'برطانوی' اور روسی سامراجوں نے اپنے اپنے دور میں بالکل اسی طرز کی تحریکیں چلائی تھیں جس طرح کہ آج امریکہ چلا رہا ہے۔ مگر اس نے پچھلی تحریکوں اور ان کی ناکامیوں سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جو ملک طاقت کے نشے میں ہوتا ہے وہ پچھلے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتا' بلکہ انہیں خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ برطانیہ وہ ملک ہے جس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا چنانچہ اس نے اپنی پوری رعایا کو ذہنی اعتبار سے "انگریز" بنانے کی کوشش کی مگر اسے صرف جزوی کامیابی ہی حاصل ہو سکی اسی طرح روسی سامراج نے اپنے دور میں پوری دنیا کو "سرخ" رنگ میں رنگ دینے کی غرض سے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا۔

اسی طرح امریکہ کی موجودہ تحریک بھی جلد یا بدیر ایک داستان پارینہ بن کر رہ جائے گی پھر عالم انسانی دنیا کی تمام تحریکوں کا نظارہ کرنے اور ہر ایک کو آزما لینے کے بعد اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک ایسی تحریک ہے جو فحاشی و بے حیائی کا خاتمہ کر کے نوع انسانی کو روحانی سکون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واطمینان دے سکتی اور ظلم وعدوان کو مٹا سکتی ہے مگر اس کے لئے اسلام پسندوں کو سخت محنت کرنی پڑے گی کیونکہ یہ معرکہ اتنا آسان نہیں ہے بلکہ اب دین ومذہب کے علمبرداروں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس شیطانی تہذیب اور شہوانی کلچر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور امت کو اس کے سنگین خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے عالم انسانی کو اس کے چنگل سے بچانے کی تدبیریں سوچیں کیونکہ موجودہ دور میں "خیر امت" ہونے کی حیثیت سے مسلمان ہی الحاد ومادیت کا مقابلہ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور یہ اہل اسلام کا ایک دینی وشرعی فریضہ ہے' جسے ہر حالت میں ادا کرنا ضروری ہے

اقوام مغرب کی ڈارونیت :

غرض مغرب یہ سارا کھیل آج اپنی معاشی وسیاسی برتری کی بنیاد پر کھیلنا چاہتا ہے تاکہ غیر ترقی یافتہ ممالک اور خاص کر عالم اسلام سر نہ اٹھا سکے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس جو سائنس اور ٹیکنالوجی ہے اسکے بل بوتے پر وہ دنیا کی تمام قوموں اور ان کی تہذیبوں پر غالب آسکتا ہے بلکہ انہیں جدھر چاہے گھما سکتا ہے۔

اس اعتبار سے آج مغربی قومیں ہیگل' ڈارون اور کارل مارکس کے فلسفوں پر عمل کر رہی ہیں یعنی طاقتور قومیں کمزوروں کا خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ ڈارون کے "تنازع للبقاء" کو اساس بنا کر کارل مارکس نے کمیونزم کی بنیاد رکھی تھی اور اب در پردہ مغربی قومیں بھی یہی سب کچھ کر رہی ہیں۔ اس اعتبار سے مغربی تہذیب ڈاروینی تہذیب ہے جو آج تنازع لبقاء میں یقین رکھتے ہوئے سارے عالم کو روند دینا چاہتی ہے کیونکہ اس کی نظر میں یہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ کسی برتر ہستی کے سامنے جواب دہی کا اس کے نزدیک کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ کی ایک سنت :

مگر اللہ تعالیٰ کا ایک ابدی قانون ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ دنیا میں ظالم اور نافرمان قوموں کو کچھ عرصے تک مہلت دیتا ہے مگر جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر ان پر خدا کا عذاب مختلف اسباب وذرائع کے تحت اور بالکل دبے پاؤں آتا ہے جس میں آہٹ تک نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسی جبار وقہار قوموں کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :

"کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ لوگ (تعداد میں) ان سے زیادہ اور بڑی قوت والے تھے جو زمین پر اپنے شاندار آثار چھوڑ گئے مگر ان کے کرتوتوں نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا"۔ (مومن : ۸۲)

© rasailojaraid.com